

جاسوسی دنیا نمبر 3

عورت فروش کا قاتل

(مکمل ناول)

پیشرس

جاسوئی دنیا کی تیسری کہانی ”عورت فروش کا قائل“ پیش خدمت ہے۔ کہانی بھی آپ کے الفاظ میں ”زور دار“ ہی ہے۔ مگر محض تفریحی نہیں، سبق آموز بھی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ بے جوڑ شادیاں کتنی تباہ کن اور معاشرے پر بُرا اثر ڈالنے والی ہوتی ہیں! لیڈی سیتا رام بھی ایک شریف عورت کی طرح زندگی بس کر سکتی تھی۔ بشرطیکہ عمران کا تقاضہ اس کی زندگی کی راہ میں نہ حائل ہو جاتا۔ بشرطیکہ وہ اپنے ہی طبق میں بیا ہی جاتی۔۔۔۔۔ اس کہانی میں آپ کو قصہ بھی میں گے اور آنسو بھی۔

ابن مسعود

کیم سی ۱۹۵۷ء

خونی ناچ

آج شام ہی سرجنت حمید نے کافی ہڑبوگ مچار بھی تھی، لیکن باتِ محض اتنی ہی تھی کہ آج اس نے نمائش جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ کئی بار اس نے مختلف رنگوں کے سوت نکالے اور ان پر قلم قسم کی نائیاں رکھ کر دیکھتا رہا۔ ان پکٹر فریدی اس کے بچپنے پر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ لیکن اس نے دخل دینا مناسب نہ سمجھا۔ آج وہ بھی نمائش جانے کے لئے تیار ہو گیا جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ آج کل وہ قطعی بیکار تھا، ورنہ اس جیسے مشغول آدمی کو کھیل نہ میتوں کی فرصت کہاں اور ویسے بھی اسے ان چیزوں سے دفعپس نہ تھی۔ فرصت کے اوقات میں وہ زیادہ تر اپنے پالتوں جانوروں سے دل بہلا کرنا تھا یا پھر حمید کے چٹکلوں سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا کہ حمید بھی اسکے عائق خانے کا ایک جانور تھا۔ حیوان ظریف۔

حمدہ ان کا ماتحت ضرور تھا لیکن ان دونوں کے درمیان کسی قسم کا رکھ بھی نہیں تھا اور یہی چیز اس کے دوسرا ماتھوں کو بہت گراں گزرتی تھی۔ اکثر دبی زبان سے اپنی خنکی کا اٹھا رہ بھی کر دیا کرتے تھے لیکن فریدی ہمیشہ جس کر ٹال دیتا تھا۔ بہتروں نے اس بات کی کوشش بھی کی کہ سرجنت حمید کا کسی دوسری جگہ کا تبادلہ کر دیا جائے لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ بڑے افران کو بہر حال کوئی کام فریدی کی امراضی کے خلاف کرنے میں کچھ نہ کچھ ٹال ضرور ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حمید کا تبادلہ کسی دوسری جگہ کا نہ ہو سکا اور نہ سرجنوں کے تبادلے تو آئے دن ہوا کرتے تھے۔

اپکل فریدی ایک جو ہر شاس آدمی تھا اس نے پہلے ہی دن حمید کی صلاحیتوں کا اندازہ لگایا تھا اور پھر دو تین معاملات میں اپنے ساتھ چانس دینے پر تو وہ اس کا گرویدہ ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ دونوں کے تعلقات بڑھتے گئے اور پھر ایک دن وہ آیا کہ حمید اپکل فریدی کے ساتھ رہنے لگا۔

اس وقت وہ اس کی کوئی کٹھی میں بی۔ اکر کے نوکروں پر اسی طرح رعب جمارا تھا جیسے وہ خود اسی کے نوکر ہوں۔

”آپ کون سا سوٹ چکن رہے ہیں۔“ میر نے فریدی سے پوچھا۔

”کوئی سا چکن لیا جائے گا..... آخر ہن آج کپڑوں کا خط کیوں پیدا ہو گیا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”کوئی ایسی خاص بات تو نہیں۔“ حمید نہ کر بولا۔

”نہیں! تم نے ضرور کوئی نئی حماقت کی ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں مان نہیں سکتا۔“

”بات دراصل یہ ہے کہ آج.....!“ حیدر کتے ہوئے بولا۔ ”بات یہ ہے کہ نہائش گاہ تو محض بہانہ ہے۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ آج آرکچو میں خاص پروگرام ہے۔ حق کہتا ہوں بڑا لطف رہے گا۔“

”تو یہ کہئے۔“ فریدی اسے گھوڑتا ہوا بولا۔ ”آپ ہی تشریف لے جائے۔ میرے پاس ان لغویات کے لئے وقت نہیں۔“

”خدا کی قسم مرا آجائے گا..... آج آپ بھی ناچنے گا، شہزاد کے ساتھ اس کی ایک سیلی بھی ہو گی۔“

”اچھا.....!“ فریدی طنزیہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ”یہ شہزاد کیا بلا ہے۔“

”ہی ہی ہی..... بات یہ ہے کہ..... وہ میری دوست ہے..... یعنی کہ بات یہ ہے..... ہی ہی ہی۔“

”مجی ہاں بات یہ ہے کہ آپ نے کوئی نیا عشق فرمایا ہے۔“

”جی ہاں..... جی ہاں..... آپ تو سمجھتے ہی ہیں، لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ اس بارہ فیصدی سچا عشق ہوا ہے۔ بس یہ سمجھو لجھے کہ میں اس کے بغیر.....!“

”زندہ نہیں رہ سکتا۔“ فریدی نے طنزیہ انداز میں جملہ پورا کرتے ہوئے کہا۔

”اور اگر زندہ رہ سکتا ہوں تو اس گھر میں نہیں رہ سکتا اور اگر اس گھر میں رہ بھی گی تو دن

رات بھوول بھوول رونے کے علاوہ اور کوئی کام نہ ہو گا۔“

حمد کھیانی بھی ہٹنے لگا۔

”آپ چلئے تو..... اچھا آپ نہ ناچنے گا۔“ اس نے کہا۔

”خیر چلا جاؤں گا کیونکہ میں بھی تھوڑی سی تفریخ چاہتا ہوں، لیکن براؤ کرم وہاں میرا کسی سے تعارف نہ کرانا۔“

”چلئے منظور.....!“ حمید نے مسکرا کر کہا۔ ”اچھا باب جلدی سے اپنا سوت نکلاو لجھے..... پہلے نمائش چلیں گے۔“

”تو کیا تمہیں ناچتا آتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”کیوں نہیں..... میں فاکس ٹریاث ناچ سکتا ہوں..... والر ناچ سکتا ہوں اور!“

”بس بس.....!“ فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”ابھی امتحان ہوا جاتا ہے۔“

فریدی نے ریکارڈوں کے ڈبے میں سے ایک ریکارڈ نکال کر گراموفون پر چڑھا دیا۔
ایک انگریزی طرز کا انفر کرے میں گوئنے لگا۔

”اچھا بتاؤ..... کیا نئی رہا ہے۔“ فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر سکراتے ہوئے کہا۔

حمد بوکھلا گیا۔ اپنی گھبراہٹ کو مسکراہٹ میں چھپاتے ہوئے بولا۔ ”ماڈرن فاکس..... ٹریاث.....!“ فریدی نے قبھرہ لگایا۔

”ای مل بوتے پر ناچنے چلے تھے جناب۔“

”اچھا..... تو پھر آپ یہ بتائیے کہ کیا ہے۔“ حمید نے بھینپ مٹاتے ہوئے کہا۔

”والر.....!“

”میں مان نہیں سکتا۔“

”اچھا اگر فاکس ٹراث ہے تو ناج کر دکھاؤ۔“

”کس کے ساتھ ناچوں۔“

”میرے ساتھ.....!“

”آپ ناچنا کیا جائیں۔“

”حضور تشریف تو لا میں۔“

فریدی نے بایاں ہاتھ حمید کی کرمیں ڈال دیا اور حمید کا بایاں ہاتھ اپنے کاندھوں پر رکھنے

لگا۔

”تو گویا آپ مجھے عورت سمجھ رہے ہیں۔ میں کاندھوں پر ہاتھ نہیں رکھوں گا۔“ حمید نے
جیسپ کر چکھے ہنچتے ہوئے کہا۔

”گدھے ہو۔“ فریدی نے اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ ”آؤ جمیں ناچنا
سکھاؤں۔“

دونوں لپٹ کر ریکارڈ کے نئے پر ناچنے لگے۔
فریدی ہڈائیں دے رہا تھا۔

”بچھے ہٹو..... بایاں پاؤں..... بایاں پاؤں..... بچھے..... بچھے..... آگے آؤ.....
بایاں..... داہننا۔ برخواردار یہ والٹ ہے..... ہاں ہاں..... بایاں پاؤں..... فاکس ٹراث نہیں
ہے۔“

ریکارڈ ختم ہو جانے کے بعد دوسرا ریکارڈ لگایا گیا۔ وہ دونوں پر ناچنے لگے۔ تموزی دی
میں حمید پسینے میں تر ہو گیا۔

”بس میرے شیر..... اتنے ہی میں بول گئے۔“ فریدی نے فس کر کہا۔

”خدا کی حم..... آپ کا جواب نہیں۔“ حمید نے ہانچتے ہوئے کہا۔ ”میں تو آپ کو انتہائی
خیک آدمی سمجھتا تھا..... آپ نے یہ ب کیسے سیکھ لیا۔“

”ایک سراغ رساں کو سب کچھ جانتا چاہئے۔“

”میں آپ کا شکر گزار ہوں، ورنہ آج سخت شرمندگی اٹھانی پڑتی۔“ حمید نے کہا۔

”شرمندگی کس بات کی۔“ پھر فیصلی لوگ عموماً غلط ناچھتے ہیں۔ تم تو پھر بھی غیمت ناج رہے تھے۔“

”اچھا تو پھر آج آپ کو بھی ناچھتا پڑے گا۔“ حمید نے کہا۔

”یہ غلط بات ہے۔ میں تمہارے ساتھ اسی شرط پر چل سکتا ہوں کہ مجھے ناچنے پر مجبور نہ کرنا۔“

”عجیب بات ہے..... اچھا خیر..... میں آپ کو مجبور نہ کروں گا۔“

دونوں کافی دیر مک نماش کے چکر لگاتے رہے۔ حمید کی یہ کیفیت تھی کہ وہ ہر حسین عورت کو قریب سے گزرتے دیکھ کر فریدی کا ہاتھ دبا دینا ضروری سمجھتا تھا اس وقت فریدی کی جھنجڑاہٹ دیکھنے کے قابل ہوتی۔ جب وہ اس کی توجہ کسی دوسری طرف سے ہٹا کر کسی عورت کو دکھلانے کی کوشش کرتا۔

”حمد آختم اتنے گدھے کیوں ہو؟“ فریدی نے چلتے چلتے رک کر کہا۔

”اکثر میں بھی یہی سوچا کرتا ہوں۔“ حمید فس کر بولا۔

”دیکھو میں تمہیں خوبی سے سمجھتا ہوں کہ اب تم اپنی شادی کرڈا لو۔“

”اگر کوئی شادی شدہ آدمی مجھے اس قسم کی نصیحت کرتا تو میں ضرور مان لیتا۔“ حمید نے مسکرا کر کہا۔

”اگر یہ ممکن نہیں تو پھر میری یہ طرح عورتوں کے معاملے میں پتھر ہو جاؤ۔“

”آپ تو خواہ خواہ بات بڑھادیتے ہیں۔“ حمید نے رہا مان کر کہا۔ ”کیا کسی اچھی چیز کی تعریف کرنا بھی جنم ہے۔“

”جم تو نہیں لیکن ہمارے پیشے کے اعتبار سے یہ رجحان خطرناک ضرور ہے۔“

حمد نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس

وقت اس قسم کی نصیحتیں سننے کے لئے تیار نہیں ہے۔

لقریباً ایک گھنٹے تک نمائش کا چکر لگانے کے بعد وہ لوگ آرچو کی طرف روانہ ہو گئے۔

آرچو کا شمار شہر کے بڑے ہوٹلوں میں ہوتا تھا..... یہاں کا سارا کار و بار انگریزی طرز پر چلتا تھا۔ یہاں ناق بھی ہوتا تھا جس میں شہر کے اوپرے طبقے کے لوگ حصہ لیا کرتے تھے۔

دونوں نے آرچو پہنچ کر ٹکٹ خریدے اور ہال میں داخل ہو گئے۔ سارا ہال برتنی قلعوں سے جملگا رہا تھا اور موسيقی کی لہریں فضا میں منتشر ہو رہی تھیں۔ پہلا راؤ غشروع ہو گیا تھا بیشتر خوش پوش نوجوان جوڑے بغل کیرو کر ہال کے چوبی فرش پر تیر رہے تھے۔

حید اور فریدی پہلا راؤ غشم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ حید کی بے چین نگاہیں اس بھیڑ میں شہناز کو ٹھاٹ کر رہی تھیں۔

"اے یہ شہناز کس کے ساتھ ناق رہی ہے۔" حید نے ایک جوڑے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ فریدی ادھر دیکھنے لگا۔ ایک خوبصورت لڑکی ریشمی شلوار اور فرماں میں ہیوس ایک، جامہ زیب نوجوان کے ساتھ ناق رہی تھی، فریدی اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ دونوں ان کے قریب ہو کر گزرے تو شہناز نے مکرا کر حید کو کچھ اشارہ کیا۔ حید نے منہ پھیر لیا اور فریدی مکرانے لگا۔

"آخر ہوتا سودا یشی۔" فریدی نے ٹھریہ لبھے میں کہا۔ "مرخوردار اگر ان لغويات کا شوق ہے تو یہ سب بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ وہ تمہاری بیوی تو نہیں کہ تم اس پر جنگ جھلار ہے ہو اور پھر یہ تو مغربی تہذیب کا ایک اہم جزو ہے کوئی بھی عورت کسی مرد کے ساتھ ناق رکتی ہے۔"

حید اپنا نچلا ہونٹ چبارہا تھا۔

"تاراضگی کی کوئی بات نہیں۔ اگلے راؤ غشم میں تم بھی ناق لیتا۔" فریدی نے کہا۔

"نہیں میں اب نہیں ناقوں گا۔"

"کیوں.....؟"

"بس یونہی..... دل نہیں چاہتا۔ آئیے واپس چلیں۔" حید نے پوچھ دلی سے کہا۔

”پھر آئے کیوں تھے..... عجیب آدمی ہو۔“

”یہاں نہیں نہیں کو دل نہیں چاہتا۔“

”بھی میں تو ابھی نہیں جا سکتا۔“ فریدی نے کہا اور سکارا سما کر لے لیے کش لینے لگا۔

”خیر پھر مجبوری ہے.....!“ حمید آہستہ سے بولا۔

”مگر اور نہیں.....!“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”مجھے تمہاری محبوبہ سے قلمی کوئی دیچی نہیں۔

میں تو اس آدمی میں دیچی لے رہا ہوں جو کیا نام ہے اس کا..... ہاں..... شہزاد کے ساتھ ناج
رہا ہے۔“

حمید فریدی کو حیرت سے دیکھنے لگا۔

”کیا تم نے اسے پہلے کبھی دیکھا ہے۔“ فریدی نے حمید سے پوچھا۔

”نہیں.....!“

”اس کا نام رام سنگھ ہے اور یہ ایک خطرناک آدمی ہے۔ خود کو کسی ریاست کا شہزادہ مشہور
کئے ہوئے ہے لیکن دراصل ایک خطرناک مجرم ہے۔“ فریدی نے سکارا کاش لے کر کہا۔

”یہ آپ کیسے جانتے ہیں۔“ حمید نے پوچھا۔

”عجیب حقانہ سوال ہے، ارے میں ان حضرت کو نہ جانوں گا، تو پھر کون جانے گا۔“

”میں عرصہ سے اس کی تاک میں ہوں۔ مجھے شبہ ہے کہ آج کل یہ لا کیوں کا بیو پار کر رہا
ہے۔ ذرا یہ تو میاڑ کہ شہزاد کون ہے، کیا کرتی ہے اور اس کا تعلق کس خادمان سے ہے۔“

”یہ تو مجھے پتہ نہیں کہ کس خادمان سے تعلق رکھتی ہے لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہ
ماڈرن گروگانج میں پسچوار ہے۔“

”تمہاری ملاقات اس سے کس طرح ہوئی۔“

”دو ماہ قبل جب میں دس دن کی چھٹیاں گزار کر گمر سے واپس آ رہا تھا تو یہ مجھے ٹرین پر
مل چکی، ہم دونوں کپارٹمنٹ میں تھا تھے۔ اس لئے ایک دوسرے سے شناسائی حاصل کرنے
میں دقت نہ ہوئی۔ اس کے بعد سے اکثر ہم دونوں ایک دوسرے سے یہاں ملتے رہے ہیں۔“

”کیا وہ یہ جانتی ہے کہ تمہارا تعین ملکہ سراجِ رسانی سے ہے۔“

”خیلیں میرے بہت کم جانے والے اس سے واقف ہیں۔“

”یہ اچھی عادت ہے۔“

دونوں خاموش ہو گئے۔ شہناز اور رام سنگھ ایک دوسرے سے باشیں کرتے ہوئے ناج رہے تھے۔ شہناز نہس نہ کراس سے کچھ کہر رہی تھی۔ وہ طرح طرح کے محکمہ خیز منہ بنا کر سن رہا تھا۔

پہلا راؤٹھ ختم ہو گیا کچھ لوگ سائیڈ میں بیٹھے کرستا نے لگے اور کچھ بار کی طرف چلے گئے۔ رام سنگھ اور شہناز بھی ایک طرف بیٹھے کرستا رہے تھے، شہناز بار بار مڑ کر حمید کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے شاید خیال تھا کہ حمید اس کے پاس آئے گا لیکن جب اس نے دیکھا کہ حمید اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تو وہ خود انھ کر ان کی طرف بڑھی۔

”ہیلو حمید صاحب..... آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ آئیے چل کر بیٹھیں، چلنے میں آپ کو کونور صاحب سے ملاوں۔ ان سے ابھی اسی وقت ملاقات ہوئی ہے۔ بہت دلچسپ آدمی ہیں۔“ شہناز نے کہا۔

”وہ شاید ہم لوگوں سے ملتا پسند نہ کریں۔“ فریدی نے کہا۔

”واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے.....!“ شہناز نے حمید کو مخاطب کر کے فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آپ کی تحریف.....!“

”آپ ہیں میرے دوست احمد کمال اور آپ ہیں مس شہناز۔“ حمید نے تعارف کرایا۔

”آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔“ فریدی نے شہناز سے ہاتھ ملاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”مجھے بھی.....!“ شہناز نے اپنے خوبصورت دانتوں کی نمائش کی۔

استے میں دوسرا راؤٹھ شروع ہو گیا۔

”کیا میں آپ سے درخواست کر سکتا ہوں۔“ فریدی نے شہناز سے کہا۔

”اوہ بڑی خوشی سے۔“ شہناز نے داہماں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

فریدی نے داہنہا تھے پکڑ کر بایاں ہاتھ اس کی کمر میں ڈال دیا اور ہلکے ہلکے ہلکوئے لیتا ہوا ناچنے والوں کی بھیڑ میں آگیا۔

حید کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ رام سنگھ اب کسی اور لڑکی کے ساتھ ناج رہا تھا۔ فریدی ایک مشاق ناچنے والے کی طرح اپنے فن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ غالباً وہ شہناز کو بھی آہستہ آہستہ ہدائیں دیتا جا رہا تھا۔

حید کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا، وہ کئی بار اٹھا اور بیٹھا..... پھر بار کی طرف چلا گیا۔ ایک بوتل یمن پی اور رومال سے منہ پوچھتا ہوا واپس آگیا۔ فریدی اور شہناز ناچنے ہوئے اس کے پاس سے گذر رہے تھے، فریدی نے شہناز کی نظریں بچا کر مسکراتے ہوئے حید کو آنکھ ماری اور حید کو ایسا معلوم ہوا جیسے اس کے جسم پر سینکڑوں چیزوں اس ریلنگے گلی ہوں، اس نے ہونٹ سکوڑ کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ فریدی نے جھک کر شہناز کے کان میں کچھ کہا اور وہ حید کی طرف دیکھ کر ہننے گلی۔ حید کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ قریب ہی میز پر ایک بوڑھی اور بدشکل انگلو افرین کے قریب آیا اور اس سے ناچنے کی درخواست کی، پہلے تو وہ یہ سمجھ کر بھنائی کر شاید حید اس کا مذاق ازار ہا ہے، لیکن پھر اس کی قدرے سنجیدگی دیکھ کر بچکھاتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ حید اس سے بغل کیر ہو کر ناچنے لگا۔ ہال میں بے شمار قبیلے گو بنجے گے۔

فریدی اور شہناز اس بُری طرح خس رہے تھے کہ انہیں قدم سنجالنا دشوار ہو گیا تھا۔ حید اتنی سنجیدگی سے ناچ رہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔ البتہ بڑھا بُری طرح شرما رہی تھی۔ چند منٹ گذرنے کے بعد دونوں اس طرح گھمل مل کر باقی کر رہے تھے، جیسے برسوں کے ساتھی ہوں۔

دوسراءً غذ ختم ہو گیا۔

فریدی، حید، شہناز اور انگلو افرین بڑھا ایک میز کے گرد آبیٹھے۔

”کمال صاحب..... واقعی آپ نے کمال ہی کر دیا۔“ شہناز بولی۔ ”حید صاحب میں آپ کی منون ہوں کہ آپ بنے مجھے ایسے باکمال آدمی سے ملا دیا۔ مجھے آپ سے قص سکھنے

میں مدد ملے گی۔"

"ضرور..... ضرور.....!" حمید نے ہستے ہوئے کہا۔ "ابھی آپ نے دیکھا ہی کیا ہے، یہ واقعی بڑے باکمال آدمی ہیں۔"

فریدی نے میز کے نیچے حمید کا پاؤں اپنے پاؤں سے دبادیا۔

"آپ کا نام جانا نا ممکن۔" بوزہمی انگلو ایجنٹین حمید سے مخاطب ہو کر بولی۔

"ہمارا نام.....!" حمید مسکرا کر بولا۔ "ہمارا نام الوکا پٹھا ہے۔"

"ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔" بڑھیا بے تحاشہ ہنستی ہوئی بولی۔

"اچھا ہدہ کا پٹھا کی۔" حمید نے کہا۔

"نہیں..... ٹھیک بولو۔"

حمد نے جھک کر آہستہ سے اس کے کان میں کچھ کہا۔

"تم پاگل ہے۔" وہ کھیانی ہنسی ہنستی ہوئی بولی اور شرما کر سر جھکالیا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ تو نور صاحب چلے گئے۔" شہناز نے گردن لوٹھی کر کے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ کہ تو نور صاحب کہاں رہتے ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"پتہ نہیں..... مجھ سے تو تینیں اسی وقت ملاقات ہوئی تھی، ویسے ہیں دلچسپ آدمی۔"

"صورت سے تو زراڈیوٹ جان پڑتا ہے۔" حمید نے منہ بنا کر کہا۔

"نہیں واقعی بہت زندہ دل آدمی ہے۔" شہناز بولی۔

"شہناز کا دوپٹہ بار بار شانوں سے ڈھلک رہا تھا۔ وہ ایک قبول صورت لڑکی تھی۔ عمر بائیس تھیں سال سے زیادہ تر رعنی ہو گی، اس کے چہرے میں سب سے زیادہ حسین چیز اس کے ہونٹ تھے، اوپری ہونٹ نچلے کی مناسبت سے کافی پتا تھا۔ نچلے ہونٹ کے درمیان کا دلاؤ زخم اس کی جنسی شدت پسندی کی غمازی کر رہا تھا۔ ہستے وقت گالوں میں خفیف سے گزار ہے پڑ جاتے تھے۔"

حمد اس وقت اسے عجیب نظر وہ سے گھور رہا تھا۔ اسکی نظریں جن میں شکایت غصہ اور تاپنڈی گی کی جھلکیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

”حمد صاحب آپ اس قدر خاموش کیوں ہیں؟“

”میں دراصل اس لئے خاموش ہوں۔“ حمد نے مسکرا کر کہا۔ ”کہ خاموش رہنے سے کھانا جلد ہضم ہو جاتا ہے۔“

”آپ انہیں کھانا ہضم کرنے دیجئے۔“ فریدی نے شہناز کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ”آئے ایک راؤٹر اور ہو جائے۔“

تیرے راؤٹر کے لئے موسیقی شروع ہو گئی تھی۔

فریدی اور شہناز بھی ناچنے والوں کی بھیڑ میں آگئے۔ حمد نے پھر اسی بڑھیا کے ساتھ ناچنا شروع کر دیا۔

”آپ واقعی بہت اچھا ناچتے ہیں۔“ شہناز نے آہتہ سے کہا۔

”اور آپ..... آپ کس سے کم ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”آپ کرتے کیا ہیں؟“

”بہت کچھ کرتا ہوں..... اور کچھ بھی نہیں کرتا۔“

”یعنی..... ا۔“

”مزٹر گشی۔“ فریدی نے کہا اور پھر اچانک چونک کر بولا۔ ”یہ کیا.....؟“

”کیا بات ہے۔“ شہناز نے اپنی یوجنل پلکٹس اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں اور ان میں سرخ سرخ ڈورے نظر آنے لگے تھے۔

”ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کسی نے روپور چلا�ا ہو۔“ فریدی نے ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”روپور..... یہاں روپور کا کیا کام..... میں نے تو نہیں سن۔“

”ساز بہت اوپنے سروں میں نج رہے ہیں۔“

شہزاد نے اپنا سارا بوجھ فریدی کے کاموں پر ڈال دیا۔ وہ ایک نئے میں ڈوبی ہوئی تاگن کی طرح لہرس لے رہی تھی۔ تیرا راؤٹھ ختم ہونے میں ابھی کافی دری تھی لیکن اچانک آرکسٹرا کر گیا۔ تاپنے والے حیرت سے ایک دوسرے کامزد دیکھنے لگے۔

ہوٹل کا غیرہ اور گلری میں کمزراجیج چیخ کر کہہ رہا تھا۔

”خواتین و حضرات..... مجھے انہوں ہے کہ آج کا پروگرام اس سے آگے نہ ہو جائے گا۔“

”کیوں کس لئے۔“ بہت سی غصیلی آوازیں بیک وقت سنائی دیں۔

”یہاں ایک آدمی نے ابھی ابھی خود کشی کر لی ہے۔“

ہال میں سناٹا چھا گیا۔ پھر بیک وقت مختلف قسم کی آوازوں کے ملنے سے ایک عجیب قسم کی بسمناہٹ سی گوئیجے لگی۔ لوگ ایک ایک کر کے جانے لگے، حتیٰ کہ تھوڑی دیر بعد پورے ہال میں صرف آٹھ دس آدمی رہ گئے، ان میں حمید، فریدی اور شہزاد کے علاوہ ہوٹل کے ملازمین بھی شامل تھے۔

”تو ہم لوگ کس لئے رکے ہوئے ہیں۔“ شہزاد نے کہا۔

”بد تیزی ضرور ہے.....!“ فریدی بولا۔ ”لیکن شاید آپ کو تھا واپس جانا پڑے، مجھ سے کچھ ضروری کام ہے۔ اس لئے مجھے اس کا انتظار کرنا پڑے گا۔“

”کوئی بات نہیں۔“ شہزاد بولی۔ ”بھلا اس میں بد تیزی کی کیا بات ہے، اچھا پھر کب مل رہے ہیں آپ..... یہ رہا میرا کارڈ.....!“

فریدی نے اس کا کارڈ لے لیا جس پر پڑے لکھا ہوا تھا۔

شہزاد چلی گئی۔

”واہ استاد..... آپ نے تو کمال عی کر دیا۔“ حمید شکانتی لجھے میں بولا۔ ”اگر اسی طرح اپنا ارادہ تبدیل کرنا تھا تو کسی اور پر نظر عناءت کی ہوتی۔“

”عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب۔“ فریدی نے گلنا کر کہا۔

”خدا خیر کرے۔“

”چھوڑو آؤ دیکھیں کیا معاملہ ہے۔“ فریدی نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
برآمدے میں کافی بھیڑ تھی۔ کرہ نمبر تین کے دروازے پر وہ کاشیل کھڑے ہوئے
تھے۔ فریدی اور حمید کو دیکھ کر دونوں مسلم کرتے ہوئے ایک طرف بہت گئے۔

قتل یا خودکشی

حمدیہ اور فریدی کی نظر جیسے ہی لاش پر پڑی وہ چونک گئے۔ کرے کا منظر حد درجہ متاثر کن
تھا۔ ایک آرام کری پر لاش اس طرح پڑی تھی جیسے مبتول بیٹھے بیٹھے نیک لگا کر کچھ دیر کے لئے
اوٹھ گیا ہو، اس کا داہنہ ہاتھ جس میں پستول دبا ہوا تھا اس کی گود میں پڑا تھا۔ بایاں ہاتھ نیچے
لٹک کر زمین پر نکا ہوا تھا۔ گردن بائیں طرف لڑک گئی تھی۔ فریدی اور حمید نے ایک دوسرے
کو معنی خیز نظر وہ دیکھا۔

”یہ تو وہی ہے جو شہناز کے ساتھ ناج رہا تھا۔“ حمید نے آہتہ سے فریدی کے کان میں
کہا۔

فریدی نے اس کا ہاتھ دبادیا۔ حمید خاموش ہو گیا۔

کرے میں دو انپکڑ اور ایک ہیڈ کاشیل ہوٹل کے فیجر کا بیان لے رہے تھے۔

وہ تینوں اس طرح مشغول تھے کہ انہیں فریدی اور حمید کے آنے کی اطلاع نہ ہوئی۔

ہوٹل کا فیجر کہہ رہا تھا۔

”کنور صاحب تقریباً دو ماہ سے اس ہوٹل میں خبرے ہوئے تھے۔ میں ان کے متعلق
صرف اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ ان کے احباب انہیں کنور صاحب کہہ کر مخاطب کرتے تھے اور بھلا
میں یہ کیوں کر بتا سکتا ہوں کہ انہوں نے خودکشی کیوں کی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ وہ اس وقت

رقص میں بھی شامل تھا، دوسرے راؤٹ تک انہیں وہاں دیکھا گیا ہے اور پھر یہ یہاں اپنے کمرے میں چلے آئے تھے۔“

”کیا یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ کس کے ساتھ ناج رہے تھے۔“ ایک سب انپکٹر نے

پوچھا۔

”یہ شاندسوائے میرے اور کوئی نہ بتا سکے۔“ فریدی اچاک بول پڑا۔

سب لوگ یہی وقت پہچھے مڑ کر دیکھنے لگے۔

دونوں سب انپکٹر گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔

”آپ..... یہ تو برا اچھا ہوا انپکٹر صاحب کہ آپ یہاں موجود ہیں۔“ ایک سب انپکٹر نے فریدی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ یہ ایک نوجوان آدمی تھا، جو شاید حال ہی میں ٹریننگ لے کر آیا تھا۔ اس کے دوسرے ساتھی سب انپکٹر نے جو کافی معمر تھا اور اسامنہ بنا یا لیکن جلد ہی اپنے اوپر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا۔

”آئیے..... آئیے..... اب ہمیں زیادہ پریشان نہ ہونا پڑے گا۔“ دوسرا سب انپکٹر

بولा۔

”نہیں صاحب میں تو محض تماشائی کی حیثیت رکھتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”جب تک کوئی کام سرکاری طور پر مجھے نہ سونپا جائے میں اس میں ہاتھ نہیں لگاتا اور پھر

خود آپ کس سے کم ہیں۔“

”ارے صاحب..... ہم کیا اور ہماری بساط کیا۔“ بودھا سب انپکٹر بولا۔

”خیر یہ تو آپ کا اکسار ہے، کہنے خود کشی کی وجہ بھی معلوم ہوئی یا نہیں۔“ فریدی نے

کہا۔

”ابھی تک تو کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکا۔“ نوجوان سب انپکٹر بولا۔

”اس کے متعلق بھی کچھ معلوم ہوا کہ یہ ہے کون۔“

”کسی ریاست کے بنور ہیں۔“

”کس ریاست کے؟“

سب انپکڑوں نے ہوٹل کے فنجر کی طرف دیکھا۔

”یہ تو میں بھی نہیں بتا سکتا۔“ ہوٹل کے فنجر نے کہا۔

فریدی مسکرائے گا۔

”بڑی بجیب بات ہے کہ جو شخص سوسائٹی میں اس قدر مقبول ہو، اس کے حقوق لوگ اتنا بھی نہ جان سکتیں۔“ فریدی نے کہا۔

”یہی تو سوچنے کی بات ہے۔“ نوجوان سب انپکڑ بولا۔

”بالکل اسی طرح جیسے آپ اپنے کو پر نندھٹ پولیس ظاہر کریں اور یہ بتانے سے احتراز کریں کہ آپ کس شہر میں مقعین ہیں۔“ فریدی نے سکار سلاگاتے ہوئے کہا۔

”بالکل صحیک کہتے ہیں آپ۔“ نوجوان سب انپکڑ بے اختیار بول اٹھا۔

”خیر ہو گا.....!“ بوڑھے سب انپکڑ نے کہا۔ ”اس سے کیا بحث ہمیں تو اس کی خودکشی کی وجہ دریافت کرنی ہے۔“

”ہاں تو غالباً ابھی آپ نے یہ فرمایا تھا کہ آپ اس عورت سے واقف ہیں جس کے ساتھ یہ ناج رہا تھا۔“

”میں جانتا ہوں مگر شاید وہ اس واقعہ پر کوئی روشنی نہ ڈال سکے کیونکہ نہ تو یہ کتوہ ہے اور نہ یہ کس خودکشی کا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

بوڑھا سب انپکڑ ہنسنے لگا۔

”تو گویا آپ میرے پچیس سالہ تجربے کو جھٹا رہے ہیں۔“ سب انپکڑ نے ہنس کر کہا۔

”مجی ہاں..... یہ بات میں اپنے صرف چھ سالہ تجربے کی بناء پر کہہ رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”اگر آپ کو یقین نہ ہو تو یہ دیکھئے۔“

فریدی نے مرنے والے کی گھنی موچیں اکھاڑ لیں..... کہیں کہیں ایک آدھ بال چکپے رہ

”کہنے دارونہ میں اسے پہچانتے ہیں آپ.....؟“ فریدی نے سکرا کر کہا۔
دونوں سب انپکٹر حیرت سے منہ پھاڑے فریدی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دونوں نے
تنی میں سرہلا دیا۔

”تو آپ نہیں جانتے کیا؟ آپ نے مشہور بد محاش رام سنگھ کی تصویر نہیں دیکھی جو ابھی
حال عی میں آئی ہے۔“ فریدی نے کہا۔
بوزھے سب انپکٹر نے شرمندہ ہو کر سر جھکایا۔

”اب یہ بتائیے کہ اسے قل کس طرح کہا جاسکتا ہے جب کہ اس کے ہاتھ میں پستول دبا
ہوا ہے۔“ نوجوان سب انپکٹر بولا۔

”اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔“ فریدی لاش پر جھکتے ہوئے بولا۔ ”ایک تو یہی کہ اگر
اس نے خود کشی کی ہوتی تو اس کی لاش اتنے سلیقے سے آرام کری پر نہ رکھی ہوتی اور نہ پستول
 والا ہاتھ اتنے اطمینان سے اس کی گود میں ہوتا۔ دوسری وجہ یہ کہ پستول اس کے دانے ہاتھ میں
ہے اور گولی کا زخم بائیں کپٹی میں۔ یہ تو وہی گھما کرنا ک پکڑنے والی شکل ہوئی۔ اگر آپ کے
دانے ہاتھ میں پستول ہے تو آپ خود کشی کے لئے واہنی ہی کپٹی کو نثانہ بنائیے گا۔ کیونکہ یہی
سیدھا ہوتا ہے، اب تیری وجہ سنتے ذرا اور قریب آ جائیے اب اس زخم کو دیکھئے اگر یہ کیس خود
کشی کا ہوتا تو زخم کے ارد گرد کا حصہ بارود کے دھو میں سے سیاہ ہو گیا ہوتا لیکن یہاں اس قسم کی
کوئی چیز نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گولی کافی فاصلے سے چلائی گئی۔ رعنی چوتھی وجہ تو
وہ بالکل صاف ہے، ظاہر ہے کہ یہ ایک بہت زیادہ طاقت والا پستول ہے۔ اگر اس کی ہالی کپٹی
پر رکھ کر گولی چلائی ہوتی تو وہ سر کے اندر نہ رہ جاتی۔ بلکہ دوسری طرف کی ہڈی بھی توڑ کر باہر
نکل جاتی۔ اگر یہ چیز قانون کے خلاف نہ ہوتی تو میں ابھی آپ کو اس کا تجربہ کردار دیتا۔“

”وہ کس طرح.....!“ بوزھے سب انپکٹر نے کہا۔

”اس کی کپٹی پر دوسرا فائز کر کے۔“ فریدی بولا۔

بوز حاسب انپکٹر خاموش ہو گیا۔

"واقعی انپکٹر صاحب جیسا آپ کا نام سناتھا آپ کو دیتا ہی پایا۔ مجھ کہتا ہوں اس طرف ہم لوگوں کا دھیان ہی نہیں گیا۔" نوجوان سب انپکٹر بولا۔

"ایسا تو نہیں ہے میں بھی اس پر غور ہی کر رہا تھا۔" بوز ہے سب انپکٹر نے کہا۔

حمدیا ب تک بالکل خاموش تھا۔ یہ سن کر اپنی بُھی مبتدا کر سکا۔

"آپ مجھ کہتے ہیں داروغہ جی۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "کل تک آپ قاتل کو بھی گرفتار کر لیں گے۔"

"جی ہاں..... کر کے دکھادوں گا۔" بوز حاسب انپکٹر جوش میں آ کر بولا۔

"حمدی یہ کیا بکواس ہے۔" فریدی نے اُسے گھور کر کہا۔ "داروغہ جی! آپ کچھ خیال نہ کچھے گا۔ یہ یونہی بے موقع بے شکلی بولتا رہتا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔" بوز حاسب انپکٹر بولا۔ "میں انگلی کافی تحریف سن چکا ہوں۔"

"اور اسوقت آپ مجھ سے مل کر خوش بھی ہوئے ہوں گے۔" حمید نے بیساختہ کہا۔

بوز ہے سب انپکٹر نے پھر بُرا سامنہ بنایا۔

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قاتل نے حملہ کس طرف سے کیا۔" نوجوان سب انپکٹر

بولا۔

"اس روشنداں سے۔" فریدی نے باہمی جانب کی دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"غسل خانہ ہے۔" ہوٹل کا فیجر بولا۔

"نہبھریے..... یہ معاملہ بھی صاف ہوا جاتا ہے۔" فریدی نے غسل خانے کا دروازہ کھول کر اندر گھستے ہوئے کہا۔ تھوڑی دری کے بعد وہ مسکراتا ہوا غسل خانے سے نکل آیا۔

"رام سنگھ ناج سے تھک کروٹا۔" فریدی نے کہنا شروع کیا۔ "غالباً قاتل پہلے ہی سے تیار تھا۔ اُسے اس طرف آتے دیکھ کر چکے سے غسل خانے میں گھس گیا۔ رام سنگھ اس آرام

کری پر آ کر لیٹ گیا۔ قاتل نے نہایت اطمینان سے روشن دان سے اس کی بائیں کپٹی کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ آر کشرا کی پر شور آواز میں گولی کی آواز کی طرف کسی نے دھیان بھی نہ دیا۔ لیکن میں نے گولی کی آواز سنی تھی۔ گولی لگتے ہی مقتول اچھل کر ادھر آگرا۔ یہ دیکھنے یہاں خون کا دھبہ ہے، جو دوسرے بڑے دھبے سے بالکل علیحدہ ہے۔ قاتل اس وقت غسل خانے کے اندر رہا ہو گا جب تک رام نگھمہ تم ہی ہو۔ مگر نہیں اس نے ایمانہ کیا ہو گا۔ کیونکہ اسے یہ پستول بھی تو اس کے ہاتھ میں دینا رہا ہو ڈا اور یہ کام لاش کے مختصر ہونے پر جب کہ جسم اکثر جاتا ہے نہیں ہو سکتا۔ اس میں کچھ جان بانی رہیں ہو گی۔ تب ہی اس نے اس کو اٹھا کر پھر کری پر ڈال دیا ہو گا اور پستول اس کے ہاتھ میں دے۔ کہ اس وقت تک اسے اپنے ہاتھوں سے دبائے رہا ہو گا جب تک کہ لاش بالکل سرد نہ ہو گئی ہو۔

”یہ سب آپ کس بناء پر کہہ رہے ہیں۔“ بوڑھا انسپکٹر بولا۔

”میرے ساتھ آئیے میں بتاؤں۔ آپ بھی آئیے۔“ فریدی نے نوجوان سب انسپکٹر کو بھی اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ تینوں غسل خانے میں چلے گئے۔ انکے پیچھے حمید بھی تھا۔

”بھلا بتائیے تو۔“ فریدی نے غسل خانے میں داخل ہو کر کہا۔ ”اس کری کا یہاں کیا تکہ ہے اور اس پر بیرون کے نشانات کیسے ہیں۔ خود رام نگھمہ یا ہوٹل کا ملازم اتنا بد تمزیر نہیں ہو سکتا کہ مغل کے گدے کی کری پر کچھ بھرے ہوئے جو توں سمیت کھڑا ہو کر اس کے نیس گدے کو خراب کر دے۔ اب ذرا اسی کری پر کھڑے ہو کر اس روشن دان کو سو نگھمہ..... آئیے آئیے اور چڑھ آئیے۔ ہاں ذرا ناک تو لگائیے اس روشن دان سے۔ کہئے بارو د کی بدبو آری ہے یا نہیں اور یہ دیکھنے دھوئیں کا نشان۔“ فریدی خاموش ہو گیا۔ بوڑھے سب انسپکٹر کے منہ پر ہوا یاں اڑ رعنی تھیں، نوجوان سب انسپکٹر فریدی کو تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

”آؤ بھی حمید اب چلیں۔“ فریدی نے حمید کے کانڈھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ پھر بوڑھے سب انسپکٹر کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ ”داروغہ بھی معاف کیجئے گا۔ میں نے خواہ مخواہ آپ کا وقت برپا د کیا۔“

”اے وادھا صاحب۔“ نوجوان سب اسکڑ نے کہا۔ ”اگر آپ نہ ہوتے تو ہم لوگ نہ جانے کہاں بھلکتے پھرتے۔ ہمیں تو آپ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔“

بوز حاسب اسکڑ بھی جیپنی ہوئی تھی کے ساتھ اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگا۔ فریدی چلنے پڑنے رک گیا۔ وہ پھر لوٹ کر لاش کے قریب آیا۔ تھوڑی دیر تک متول کے اس ہاتھ کا جائزہ لیتا رہا جس میں پستول دبا ہوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ سٹی بجانے لگا۔

اب وہ جنک کر کری کے نیچے دیکھ رہا تھا۔ اس نے لاش کے نیچے دبا ہوا ایک سفید ریشمی رومال کھینچ لیا اور اسے بغور دیکھنے لگا۔ دھنٹا اسکے چہرے پر سکراہٹ نمودار ہوئی۔

”یہ بچھے..... ہاں ایک عورت بھی تھی۔“

”جی.....!“ بوز حاسب اسکڑ نے چوک کر کہا۔

”جی ہاں..... یہ کسی عورت کا رومال ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔“ نوجوان سب اسکڑ بولا۔

”نہایت آسانی سے..... یہ دھبے دیکھ رہے ہیں آپ۔“ فریدی نے رومال پر پڑے ہوئے سرخ رنگ کے دھبے دکھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ ہوتوں میں لگانے والی سرنخی کے دھبے ہیں اور بالکل تازے ہیں۔“

”کمال کر دیا آپ نے۔“ نوجوان سب اسکڑ نے فریدی کو حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تو پھر اسکا یہ مطلب ہوا کہ یہی عورت قاتل بھی ہے۔“ بوز حاسب اسکڑ بولا۔

”جی نہیں..... کیا آپ نے کری کے گدے پر پڑے ہوئے جو توں کے نشانات کا بغور چائزہ نہیں لیا۔ اگر کسی عورت کے اتنے بڑے پیر ہو سکتے ہیں تو آپ ہی کا کہنا حق ہو گا۔“

”تو پھر وہ قتل کی سازش میں شریک رہی ہو گی۔“ بوز حاسب اسکڑ اپنے خلک ہوتوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا۔

”اے سکر مغلہ، بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ فریدی نے بجا ہوا سگار سلاگاتے ہوئے کہا۔

اجنبی دوست

دوسرے دن صبح حمید اور فریدی ناشتہ کرنے کے بعد ڈرائیکٹر روم میں بیٹھے رات والے
جادوئے کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ ملازم نے ایک ملاقاتی کارڈ لا کر میز پر رکھ دیا۔
حمید نے کارڈ اٹھا کر پڑھا۔ ”مس شہناز بیگم۔“

”ارے! یہ یہاں کیسے بھیجن گئی۔“ فریدی نے حمید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ضرور تم
نے اسے بتا دیا..... آخ رخواہ خواہ مجھ سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔“
”میں تم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنے یا آپ کے متعلق اسے کبھی یہ نہیں بتایا کہ
ہم جگہ سراغ رسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔“

”بھیج دو.....!“ فریدی نے ملازم سے کہا۔
ملازم چلا گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں شہناز کرے کے اندر تھی۔ فریدی اور حمید کو دیکھ کر وہ
چوک پڑی۔

”ارے..... آپ لوگ یہاں۔“ اُس نے حیرت سے کہا۔

فریدی اور حمید سکراتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

”معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ بھی میری ہی طرح پریشان کئے گئے ہیں۔“ شہناز ایک
کری پر پیش تھی ہوئی بولی۔ ”یہ بہت اچھا ہوا کہ آپ لوگ بھی یہاں موجود ہیں۔ اب میں اپنی
بے گناہی کا ثبوت فریدی صاحب کو دے سکوں گی۔“

”آخر بات کیا ہے۔“ حمید بولا۔

”پولیس والوں نے تھک کر رکھا ہے۔ وہ میں کل کنور کے ساتھ ناق ری تھی۔ بس اسی

لئے وہ لوگ مجھ پر شہر کر رہے ہیں۔ کل رات سے اسی پریشانی میں جتنا ہوں۔ کچھ بھجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ میرے ایک دوست نے مجھے مشورہ دیا کہ میں فریدی صاحب سے مدد لوں۔"

"لیکن فریدی اس سلسلہ میں آپ کی کیا مدد کر سکے گا۔" فریدی نے کہا۔

"میں نے سنا ہے کہ وہ بے گناہوں کی مدد ضرور کرتے ہیں اور پھر خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ آپ لوگ بھی میرے ساتھ ہی تھے، میں اپنی بے گناہی اچھی طرح ثابت کر سکوں گی۔" شہناز بولی۔ "آپ کی گفتگو کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فریدی صاحب سے کافی بے تکلف ہیں۔"

"کیا کہنے ہیں آپ کی بے تکلفی کے۔" حمید نہس کر بولا۔ "لبس یہ سمجھئے کہ فریدی کی بیوی ان کی بیوی ہے۔"

"بیوی.....!" شہناز چوک کر بولی۔ "میں نے سنا ہے کہ انہوں نے شادی ہی نہیں کی۔" میرے جس دوست نے ان کا پتہ بتایا تھا اُسی سے اُن کی بہتری عجیب و غریب عادتوں کے متعلق بھی معلوم ہوا تھا۔" فریدی مکرانے لگا۔

"عجیب و غریب عادتوں سے آپ کا کیا مطلب ہے۔" حمید بولا۔

"یہی کہ وہ عام آدمیوں سے بالکل الگ تھا ہیں۔" شہناز نے کہا۔

"غالباً اس سے آپ کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ فریدی صاحب کے سر پر دوسینگ ہیں۔ ایک سوٹ ہے اور کان سرے سے ہیں ہی نہیں۔" حمید نہس کر بولا۔

"تعجب ہے کہ آپ انہیں کے گھر میں بیٹھ کر اس طرح ان کا مٹھکہ اڑا رہے ہیں۔"

شہناز ترشوؤی سے بولی اور فریدی مکرانے لگا۔

"آپ فریدی سے کیا کہنا چاہتی ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"آخر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔" شہناز بُرا سامنہ بنا کر بولی۔ "میں نے تو آپ سے

ہرگز نہیں پوچھا کہ آپ لوگ یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔“

حید نے پھر فتح پر لگایا۔

”میں آپ لوگوں کو اتنا بد اخلاق نہیں سمجھتی تھی۔“ شہناز بھراں ہوئی آواز میں بولی۔

”آپ لوگ نہیں سمجھ سکتے کہ میں کس قدر پریشان ہوں۔“

”آپ خواہ متواہ پریشان ہیں، میں اس بات کی گواہی دوں گا کہ حادثے کے وقت آپ میرے ساتھ تھیں۔“ فریدی نے سمجھ دی گئی سے کہا۔

”آپ کی گواہی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ یوں تو دو چار جھوٹے گواہ بھی بنائے جاسکتے ہیں۔“ شہناز نے بے بسی سے کہا۔

حید پھر ہنسنے لگا۔ فریدی نے اسے گھور کر دیکھا۔

”اچھا چھوڑ یے ان باتوں کو..... کچھ چائے وغیرہ پینے۔“ فریدی نے کہا اور توکر کو بالا کر چائے لانے کے لئے کہا۔

”کیا فریدی صاحب آپ کے کوئی عزیز ہیں۔“ شہناز متعجب ہو کر بولی۔ ”آپ کی بے تکلفی سے تو سہی ظاہر ہوتا ہے۔“

”جی نہیں..... بلکہ میں خود فریدی ہوں۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”ارے..... آپ.....!“ شہناز بھرا کر کری سے اٹھتی ہوئی بولی۔

”ہاں..... ہاں..... آپ اٹھ کیوں گئیں..... بیٹھئے۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”اور یہ سر جنت حید ہیں..... میرے اسٹنٹ اور بہترین دوست۔“

شہناز کبھی حید کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی فریدی کی طرف۔

”معافی چاہتی ہوں..... ابھی ابھی میں آپ کے ساتھ بڑی گستاخی سے پیش آئی تھی

اور اس کی وجہ پر اعلیٰ ہے۔“ شہناز شرمدگی کے لامپھ میں بولی۔

”کوئی بات نہیں..... ہمارا پیشہ ہی ایسا ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”مجھے سخت شرمدگی ہے۔“ شہناز بولی۔ ”لیکن کل آپ نے اپنا کوئی اور نام بتایا تھا۔“

"میں نے غلط نہیں بتایا تھا۔ میرا پورا نام احمد کمال فریدی ہے لوگ صرف فریدی کے نام سے یاد کرتے ہیں اور حمید نے بھی اپنا نام غلط نہیں بتایا تھا۔"

"میں بھتی تھی کہ آپ بوزہ نہیں تو ادھیز ضرور ہوں گے۔ مگر آپ تو.....!" شہناز نے کہا۔

"آپ ٹھیک بھتی تھیں..... یہ اس وقت بھیں بدلتے ہوئے ہیں۔" حمید جلدی سے بولا۔ فریدی ہنسنے لگا۔

"کیا واقعی.....!" شہناز حیرت سے بولی۔

فریدی مسکرا کر حمید کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں کہر ری تھیں میاں حمید مطمئن رہو تھا ماری محبوبہ مجھے قلعی پسند نہیں آئی۔

اتھے میں چائے آگئی۔ تینوں چائے پینے لگے۔

"میں کیا بتاؤں کہ اس وقت مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے، خدا نے اگر میرے اوپر مصیبت ڈالی تو اس سے بچاؤ کا انتظام بھی پہلے ہی کر دیا۔" شہناز چائے کی پیالی رکھتی ہوئی بولی۔

"آپ مطمئن رہئے..... آپ کو کوئی کچھ نہ کہے گا۔" حمید بولا۔

"ہاں..... زرایہ بتائیے..... لیکن ٹھیک بتائیے گا کہ رام علیہ السلام کو تور صاحب کو کب سے جانتی ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"بندہ میں آپ سے بچ کر ہوں کہ کل شام کے علاوہ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔"

"اس سے آپ کا تعارف کس نے کرایا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"لیڈی سیتا رام نے۔" شہناز نے کہا۔ "لیڈی سیتا رام مجھے اچھی طرح جانتی ہیں۔ میں ان کی چھوٹی بیٹن کا نشوون کرتی تھی، جب میں کل شام کو آرکچو پہنچی تو یہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ لیڈی سیتا رام نے مجھے بھی اسی میز پر بلایا۔ وہیں اس سے تعارف ہوا۔ لیڈی سیتا رام کو تھوڑی دیر بعد اچانک کوئی کام یاد آگیا اور جلد ہی واپس آجائے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔ مجھے حمید صاحب کا انتظار کرنا تھا۔ کیونکہ انہوں نے مجھے سے آرکچو میں ملنے کا وعدہ کیا تھا اس لئے میں

وہیں کنور صاحب کے پاس بیٹھی باقی کری رہی پھر کچھ دیر بعد ناج شروع ہو گیا۔ لیڈی سیدا رام اس وقت تک نہیں لوٹی تھیں۔ ہمارے حمید صاحب بھی ندارد تھے، میں سوچ رہی تھی کیا کروں کہ کنور صاحب نے نانپنے کی درخواست کی۔ دل تو نہیں چاہتا تھا مگر اخلاقاً ناچنانی پڑا۔

”اچھا دوسرا رے راؤٹ میں جو عورت اس کے ساتھ ناج رہی تھی وہ کون تھی۔“ فریدی نے کہا۔

”لیڈی سیدا رام..... وہ شاید پہلے ہی راؤٹ کے درمیان واپس آگئی تھیں۔“ شہناز نے کہا۔

”اچھا تو وہی لیڈی سیدا رام تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ تو بالکل جوان ہیں اور سیدا رام کی عمر سانچھ سے کسی طرح کم نہ ہو گی۔“

”یہ ان کی دوسری بیوی ہیں۔ ابھی تین سال ہوئے ان کی شادی ہوئی ہے۔“

”جس لڑکی کو آپ پڑھاتی ہیں اس کی کیا عمر ہے؟“

”زیادہ سے زیادہ پندرہ سال۔“

”کیا وہ بھی سینکڑی رہتی ہے۔“

”جی ہاں! لیڈی سیدا رام اسے اپنے ساتھ رکھتی ہیں۔“

”سر سیدا رام اور لیڈی سیدا رام کے تعلقات کیسے ہیں۔“ میرے خیال سے تو آپس میں بنتی نہ ہو گی۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔

”بظاہر تو ایسی کوئی بات نہیں معلوم ہوتی۔ تقریباً ایک سال تک میں ان کے یہاں آتی جاتی رہی ہوں۔“

”اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ پولیس کو اس کی اطلاع کیسے ملی کہ آپ اس کے ساتھ ناج رہی تھیں۔ کیا آر لچھو میں کوئی اور بھی شناس موجود تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”میرے خیال سے تو آپ دونوں اور لیڈی سیدا رام کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا یا ممکن

ہے کوئی رہا بھی ہو لیکن مجھے اس کی اطلاع نہیں۔“

”آپ نے پولیس کو بیان دیتے وقت یہ بتایا تھا یا نہیں کہ لیڈی سیدارام عرصہ تک مقتول کے ساتھ رہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”مقتول.....!“ شہناز چوک کر بولی۔ ”تو کیا کنور صاحب کو قتل کیا گیا ہے لیکن اخبارات میں تو ان کی خودکشی کی خبر شائع ہوئی ہے۔“

”ممکن ہے ایسا ہی ہو۔“ فریدی نے لاپرواں سے کہا۔ ”ہاں آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔“

”میں دراصل پولیس کو یہ بتانا بھول گئی کہ لیڈی سیدارام بھی کنور صاحب کے ساتھ تھیں۔“ شہناز نے کہا۔ ”میں ابھی اس کی اطلاع پولیس کے دے دوں گی۔“

”تھیں اب اسکی ضرورت نہیں۔ اب آپ پولیس کو کوئی اور بیان نہ دیجئے گا۔ میں ابھی کو تو ای جا کر سب معاملات ٹھیک کرلوں گا۔ آپ قلمی حفظ ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔“ شہناز نے کہا۔

”شکریہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔“ حمید نے منہ بنا کر کہا۔ ”یہ اپنے ہی آدمی ہیں۔“

”کیا کہا آدمی.....!“ فریدی نے بناوٹی غصہ سے کہا۔

”جی نہیں آفیر.....!“ حمید نے سمجھ دی اور گھبراہٹ کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔ شہناز ہنسنے لگی۔

شہناز غائب

شہناز کے چڑے جانے کے بعد فریدی اور حمید دونوں کو تو ای کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کی کار تیزی سے شہر کی سڑکیں ٹلے کر رعنی تھی۔

”کیوں بھی حید..... شہزاد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”یہ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں اور کس حیثیت سے۔“ حید بولا۔

”عاشق کی حیثیت سے نہیں پوچھ رہا ہوں بلکہ سرجنت حید کی حیثیت سے پوچھ رہا ہوں۔“

”تو میرا جواب یہ ہے کہ میں اس کیلئے کسی حالت میں بھی سرجنت حید نہیں ہو سکتا۔“

”اور اگر رام سنگھ کے قتل میں اسی کا ساتھ ہو تو.....!“ فریدی نے کہا۔

”تب بھی میں صرف حید رہوں گا۔“ حید نے سنجیدگی سے کہا۔

”شباش..... اے بھنوں کے بھائی۔ خدا تم پر رحم کرے۔“ فریدی نے نفس کر کہا۔ ”اگر

بھی بات ہے تو مجبوراً مجھے تم کو اس کیس سے الگ ہی رکھنا پڑے گا۔“ فریدی نے کہا۔

”تو آپ کو یہ کیس ملائی کب جاتا ہے۔ کوئی ایسا خاص کیس نہیں۔ رام سنگھ ایک عادی مجرم اور قاتل تھا جب بھی پولیس کے ہتھے چڑھتا اسے چھانی ضرور ہو جاتی۔ میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں کچھ زیادہ چھان نہیں کی جائے گی۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اخبارات میں خود کشی کا واقعہ کیوں شائع ہوا ہے۔ جب کہ آپ پورے دلائل کے ساتھ اسے قتل ثابت کر چکے تھے۔“

”یہ سب اسی بوڑھے سب انپکٹر کی شرارت ہے وہ دراصل اپنی کارگزاری دکھا کر ترقی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دو تین دن کے بعد وہ اپنے طریقہ پر اس بات کو پیک کے سامنے لائے گا کہ مرنے والا کسی ریاست کا راج کمار نہیں بلکہ مشہور بدمعاش رام سنگھ تھا اور اس نے خود کشی نہیں کی بلکہ اسے قتل کیا گیا ہے۔ خیر مجھے کیا..... اس طرح اس کا بھلا ہوتا ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

”لیکن آپ نے جس وقت اپنے دلائل پیش کئے تھے وہاں ہوٹل کا نیجر بھی تو موجود تھا،“ حید نے کہا۔

”تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ اس کا منہ نہایت آسانی سے بند کیا جاسکتا ہے، میرے خیال سے تو سب انپکٹر کی صرف ایک ہی دھمکی کافی ہوئی ہو گی۔“

”خیر اگر ایسا ہے تو میں ان بوڑھے میاں سے سمجھ لوں گا۔“ حمید نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

”اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔“ فریدی نے آہتہ سے کہا اور کوتواں کے چھانک میں داخل ہونے کے لئے کار گھمائی۔

بوڑھا سب انسپکٹر سنہا کوتواں میں موجود تھا اور وہ تو جوان سب انسپکٹر بھی جو واردات کی رات میں انسپکٹر سنہا کے ساتھ تھا۔

”فریدی صاحب آپ کی رات والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔“ انسپکٹر نے جھینپٹ مٹاتے ہوئے کہا۔ ”میں اسے خود کشی ہی سمجھتا ہوں۔“

”ممکن ہے آپ ہی کی رائے درست ہو..... مجھ سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔“ فریدی نے خوش اخلاقی سے جواب دیا۔

”نہیں..... خیر میں یہ تو نہیں کہہ سکتا۔“ سنہا نے کہا۔

”لیکن آپ نے تحقیقات کے سلسلے میں غلط آدمی کو منتخب کیا ہے۔“ فریدی نے سگار لٹکاتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھا نہیں۔“ سنہا بولا۔

”جس وقت یہ واردات ہوئی شہناز میرے ساتھ ناج ری تھی اور آخر تک میرے ہی ساتھ رہی، پہلے راؤٹر میں وہ ضرور رام نگہ کے ساتھ ناچی تھی لیکن کون ہی سمجھ کر..... اس سے پہلے کبھی اس نے اسے دیکھا بھی نہ تھا۔“

”تب تو واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔“ سنہا نے جواب دیا۔

”خیر کوئی بات نہیں وہ بیچاری بہت پریشان ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہاں یہ تو بتائیے کہ اس بات کا آپ کو کس طرح علم ہوا کہ شہناز رام نگہ کے ساتھ ناج ری تھی اور اس کے ساتھ ناچنے والی دوسری عورت کون تھی۔“

”دوسری کے متعلق تو میں کچھ نہیں جانتا۔“ سنہا نے جواب دیا۔ ”اور بعض وجوہات کی

بناء پر یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ شہناز کے متعلق اطلاع دینے والا کون ہے۔“

”خیر میں اس کے لئے آپ کو مجبور نہ کروں گا۔ میں تو اس وقت محض شہناز کی طرف سے مغلائی پیش کرنے کے لئے آیا تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”اس کی طرف سے آپ مطمئن رہئے۔“ سہنا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”میں اب معاف چاہتا ہوں ایک ضروری کام سے مجھے باہر جانا ہے۔“

”ضرور ضرور.....!“ فریدی نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

سہنا چلا گیا..... نوجوان سب اسکڑ ابھی تک خاموش بیٹھا تھا۔ فریدی اس کی طرف تجاوط ہوا۔

”کہنے دار و غصہ جی..... کیا آپ ابھی حال ہی میں یہاں آئے ہیں۔“

”مجی ہاں..... ٹریننگ لے کر آئے ہوئے ابھی صرف چھ ماہ ہوئے ہیں۔ ابھی تو کام ہی سکھ رہا ہوں۔“

”آپ ترقی کریں گے۔ آپ کی بلند اور کشادہ پیشانی پکار پکار کر آپ کی ذہانت کا اعلان کروں ہے۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”لیکن اس لائن میں ترقی کرنے کے لئے تمہوزی کی چالبازی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اب سہنا صاحب ہی کو لے جائیں۔ کتنی ہوشیاری اور احتیاط سے کام لے رہے ہیں کہ ابھی تک اس بات کا بھی اعلان نہیں کیا کہ مقتول راج کمار نہیں بلکہ مشہور بدمعاش رام نگہ ہے۔ اگر یہ اس کیس میں کامیاب ہو گئے تو ان کا سرکل اسکڑ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔“

”اگر آپ لوگوں کی عطا تیس ساتھ رہیں تو میرا ترقی کرنا مشکل نہ ہوگا۔“ نوجوان سب اسکڑ نہایت سعادت مندی سے بولا۔

”بھی میرے لاائق جو خدمت ہو اس کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ مجھے نہ جانے کیوں آپ سے کچھ انسیت سی ہو گئی ہے۔ مجھے سگار پیجئے۔“ فریدی نے سگار کا ڈوبہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ نوجوان سب اسکڑ نے سلام کر کے ایک سگار لیا اور سلگا کر ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔

”نہ جانے کیوں میرا دل چاہ رہا ہے کہ اس کیس کی خجی طور پر تفتیش کروں اور کامیابی ہو جانے پر مشہور کر دوں کہ اس کی کامیابی کا سہرا آپ عی کے سر ہے۔“
تو جوان سب انپکٹر کی باخوبیں مکمل گئیں اور اسکے منہ سے صرف اتنا ہی نکل سکا۔
”ارے کیا.....!“

نبیں واقعی نہ چانے کیوں میں آپ کو ترقی کرتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں یہ جانتا ہوں کہ یہ کیس سنبھالا صاحب کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ملکہ سراج رسانی کے پر دندہ کیا جائے گا اور میرا دل بھی چاہتا ہے کہ اس کی تفتیش کروں، لہذا اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ خجی تفتیش کے بعد مجھے کسی نہ کسی کے سر اس کی کامیابی کا سہرا ضرور باندھنا پڑے گا۔ اس لئے میں یہ سوچتا ہوں کہ وہ آپ عی کیوں نہ ہوں۔“

”ارے صاحب اگر ایسا ہو تو کیا کہنا میں خود کو دنیا کا خوش قسم ترین انسان تصور کروں گا۔“ تو جوان انپکٹر بولا۔

”لیکن اس کے لئے رازداری شرط ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور ابھی تک تو یہی پڑھیں چل سکا کہ شہناز کے متعلق کرنے والا کون ہے۔“

”آپ مطمئن رہئے میں کسی سے اس کا تذکرہ نہ کروں گا۔“ تو جوان سب انپکٹر نے کہا۔ ”اور شہناز کے متعلق اطلاع دینے والی ایک عورت ہے۔“

”وہ کون عورت ہے.....؟“ فریدی نے جلدی سے پوچھا۔

”لیڈی سیٹارام.....!“ تو جوان سب انپکٹر نے آہتہ سے کہا۔ ”کل آپ کے چڑھے جانے کے بعد وہ ہمیں آرکھوں میں ملی تھی۔“

”بہت خوب..... اچھا اس کا تذکرہ سنبھالا صاحب سے نہ کہجئے گا۔ میں اب چلوں گا۔“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ہاں میں آپ کا نام پوچھتا تو بھول عی گیا۔“

”مجھے جلدیں مکار کہتے ہیں۔“ سب انپکٹر نے اٹھ کر ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

”اچھا جکد لیش صاحب..... گھبرا یے نہیں..... پولیس کے بڑے عہدے آپ کا انتظار
کر رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا اور حمید کو لے کر باہر چلا گیا۔
”کھو رخودار کیسی رعنی۔“ فریدی نے کار میں بیٹھنے ہوئے کہا۔
”بھی آپ کو گھٹا بھی خوب آتا ہے۔“ حمید نہیں کر بولا۔
فریدی ہنسنے لگا۔

”اب کہاں چل رہے ہیں۔“ حمید نے پوچھا۔
”سول سرجن کے یہاں۔“ فریدی نے کہا۔
”کیوں..... وہاں کیا کرتا ہے۔“
”رشوت دے کر اپنے لئے ایک ماہ کی چھٹی کے لئے میڈیکل سٹیکیٹ لوں گا۔“ فریدی
نے کہا۔

”یہ کیوں.....!“ حمید نے حیرت سے کہا۔
”میں کتوں کی نمائش دیکھنے باہر جا رہا ہوں، اپنے کچھ عمدہ تم کے کتنے بھی اپنے ساتھ
لے جاؤں گا۔“ فریدی نے کہا۔
”لیکن آپ تو تجھی طور پر اس کیس کی تحقیق کرنے جا رہے تھے۔“ حمید نے حیرت سے
کہا۔

”میرے خیال سے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں، اصلی مقصد تو شہناز کو بچانا تھا سوہہ پورا
ہو گیا۔“

”تعجب ہے کہ آپ ایسا کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ کو اس پر یقین ہے کہ سنہایج چٹ شہناز کا
بیچھا چھوڑ دے گا۔ اگر ایسا تھا تو اس نے لیڈی سیتارام کا نام کیوں چھپایا۔ اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ وہ مخالف دے دینے کے بعد بھی شہناز پر شبہ کر رہا ہے۔“

”بھی کچھ بھی ہو..... میرا جانا ضروری ہے۔ میں نمائش کے ختم سے وعدہ کر چکا ہوں۔
البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ نمائش ختم ہوتے ہی فوراً واپس آ جاؤں۔“ فریدی نے کہا۔

”خیر صاحب جائیے..... آپ بھلا میرے لئے کیوں تکلیف کرنے لگے۔ جانتے ہیں تا کہ شہناز میری دوست ہے۔“ حمید نے منہ پچلا کر کہا۔
 ”بس بگلا گئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”تم تو ہوزے گھامڑ..... آخر اتنی جلدی کون سی آفت آجائے گی۔ میرے جانے کے بعد سر سیتا رام کے گھر کی عمرانی کرتے رہنا۔ اچھا چلو..... شہناز کو بھی لگے ہاتھوں کچھہ ہدایتیں دیتا چلو۔“

”جی بس..... رہنے دیجئے۔ ہم لوگوں کی ٹکرناہ کیجئے۔ خدا آپ کے کتوں کو سلامت رکھے۔“ حمید نے منہ بنا کر کہا۔

”آپ گدھے ہیں۔“ فریدی نے کہہ کر کار شہناز کی طرف موڑ دی۔

شہناز نیلی روڈ پر ایک چھوٹے سے انگریزی وضع کے خوبصورت مکان میں رہتی تھی۔ اس وقت وہاں نہ جانے کیوں اچھی خاصی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ شہناز کی بوڑھی ملازمہ ہاتھ نچانچا کر لوگوں سے باتیں کر رہی تھی۔

”کیا بات ہے۔“ حمید نے کار سے اتر کر اس سے پوچھا۔

”اے صاحب نہ جانے کیا ہو گیا۔“ وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

”کیا ہو گیا۔“ حمید نے حیرت سے کہا۔

”ابھی مس صاحب یہاں کھڑی تھیں۔ میں وہاں برآمدے میں دیکھ رہی تھی، اچانک ایک موڑ یہاں آ کر رکی۔ اس پر سے دو آدمی اترے اور انہوں نے مس صاحب کو اٹھا کر موڑ میں ڈال دیا اور موڑ یہ جاؤ جا..... نہ جانے کہاں عائب ہو گئی۔ ہائے اب کیا ہو گا۔“ ملازمہ روتی ہوئی بولی۔

”موڑ کھڑ گئی۔“ فریدی نے جلدی سے کہا۔ ”اور کتنی دیر ہوئی ہوڑ کار گک کیسا تھا۔“

”مشکل سے پندرہ بیس منٹ ہوئے ہوں گے۔“ ملازمہ نے دکھن کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”موڑ اس طرف گئی ہے۔ موڑ کار گک کھٹھی تھا۔ بالکل تین معلوم ہوتی تھی۔“

”حمد جلدی کرو.....!“ فریدی نے کار میں پیٹھ کر اسارت کرتے ہوئے کہا۔

فریدی کی کار تیزی سے دھن کی طرف جا رہی تھی۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔" فریدی نے کہا۔

حید غصہ میں ہونٹ چبارہ تھا۔ وہ دونوں گھٹوں سڑکیں ناپتے پھرے لیکن کھٹی رنگ کی تئی کار کہیں نہ دکھائی دی۔

"صبر کرو میاں حید، اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں۔" فریدی نے اس کا شانہ تھکتے ہوئے کہا۔

"نمک چبڑ کے زخموں پر.....!" حید نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

"بس چبڑنا بھول گئے۔ اب ہی تو آئے جتاب پکر میں۔ اچھا اب سول سرجن کے یہاں چلتا چاہئے۔" فریدی نے کہا۔

"مجھے تو آپ یہیں اتا رہ جیئے۔ جب تک میں اس کار کو ٹالش نہ کروں گا مجھے جیلن نہ آئے گا۔" حید نے کہا۔

"آجسی ہوئے ہو، اس شہر میں کھٹی رنگ کی درجنوں کا ریس ہوں گی۔ کیا چیف انپکٹر کی کار کھٹی رنگ کی نہیں۔ اس طرح بھی کہیں سراغ ملا کرتا ہے۔"

"پھر بتائیے میں کیا کروں۔" حید نے بے بُسی سے کہا۔

"مجھے فی الحال جانے دو اور خود سیتا رام کی کوشش کی گئرانی کرتے رہو گریب دار کوئی حمافت نہ ہونے پائے۔ واہی پر مجھے مکمل روپورث دینا اور سیتا رام کی کوشش کے اندر جائیکی کوشش نہ کرنا۔"

یلو ڈنگو

سریتا رام شہر کے معزز آدمیوں میں سے تھے اور پہنچانہ دولت کے مالک تھے۔ ان کی عمر پچھن یا سانچھے کے لگ بھگ رہی ہو گی۔ پچاس سال کی عمر میں ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا

وہ لاولد تھے۔ پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ بیوی کے مرنے کے پچھے دن بعد تک وہ یہ عہد کر رہے کہ دوسری شادی کسی حال میں نہ کریں گے لیکن آخر کار ان کا دل ان کے ایک قرض خواہ کی جوان لڑکی پر آئی گیا اور انہوں نے اس کے ساتھ شادی کر لی، سہی لڑکی موجودہ لینڈی سیتارام تھی۔ اس کے ساتھ اس کی چھوٹی بہن کمودنی بھی رہ رعنی تھی۔ سریتا رام اسے اعلیٰ تعلیم دلا رہے تھے۔ سریتا رام کے ساتھ ان کا بھتیجا سریدھر کمار بھی رہتا تھا، جو تین سال قبل الگینڈ سے ایم۔ اے کی ڈگری لے کر واپس آیا تھا۔ یہ ایک وجہہ اور تدرست نوجوان تھا۔ سریتا رام اسے بیٹوں کی طرح عزیز رکھتے تھے۔ عمادیکھا گیا ان کے پاس تقریباً سانچھت کتے رہے ہوں گے اور سب اپنی مثال آپ۔ دنیا کی کوئی مشہور نسل نہ رعنی ہو گی۔ جس کا ایک آدھ جوز ان کے پاس نہ ہو۔ شہر میں وہ کتوں کے اپیٹلٹ سمجھے جاتے تھے۔ اس لائن میں ان کی تجربہ کاری کا یہ عالم تھا کہ محض کتوں کی آواز سن کر اس کی نسل کے بارے میں پورے پورے لکھر دے ڈالتے تھے۔

حید نے ان ساری باتوں کا پتہ لگایا تھا اسے رہ رہ کر فریدی پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ اس کی پریشانیوں کی پرواہ کئے بغیر کتوں کی نمائش میں حصہ لینے کے لئے بھی چلا گیا لیکن وہ کرعی کیا سکتا تھا۔ فریدی بہر حال اس کا آفیسر تھا۔ یہ اس کی شرافت اور نیک تقسی تھی کہ اس نے کبھی اسے اپنا ماحت نہیں سمجھا۔ حید دن میں کئی بار سریتا رام کی کوششی کا چکر لگانا لیکن بے سود۔ کسی حشم کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اسے سب سے بڑی پریشانی شہزاد کی وجہ سے تھی۔ ورنہ بھلا دوہ کیوں خواہ خواہ اپنا وقت بر باد کرتا۔ معلوم نہیں وہ کہاں اور کس حال میں ہو گی۔

اس دوران میں فریدی کی طرف سے میدان صاف دیکھ کر اسپکٹر سنہا نے بھی تھے کہ گل کھلانے شروع کئے۔ ایک دن اخبارات میں خبر دیکھنے میں آئی کہ آرچو میں خودکشی کرنے والا کوئی راج کار نہیں بلکہ مشہور گورت فروش رام سنگھ تھا۔ پھر دوسرے دن اخبار والے تھی رہے تھے کہ رام سنگھ نے خودکشی نہیں کی تھی بلکہ اس کو کسی نے قتل کر دیا تھا اور ساری سراغ رسانی کا سہرا اسپکٹر سنہا کے سر باندھا جا رہا تھا۔ اخبارات دل کھول کر اس کی تعریفوں نے کے پل باندھ

رہے تھے۔ یہ سب دیکھ کر حید کا خون مکولے گا وہ کوتواں پہنچا..... اتفاقاً انپکٹر سنہا سے جلد ہی مذکور ہو گئی۔

”کہنے حید صاحب مزاج تو اچھے ہیں۔“ انپکٹر سنہا نے سکرا کر کہا۔

”مگر ہاں کافی اچھے۔“ حید نے منہ بنا کر کہا۔ ”ہمارے مزاج اچھے نہ ہوتے تو یہ دن دیکھنا غصیب نہ ہوتا۔“

”آپ کچھ پریشان معلوم ہوتے ہیں۔“ سنہا نے کہا۔ ”بھی کیا کروں مجبوراً شہزاد کا وارثت گرفتاری کیا جائیں گے؟“

”وارثت گرفتاری کیا؟“ حید چونک کر بولا۔ ”کیا مطلب؟“

”مگر ہاں..... وہ بہت عیار عورت معلوم ہوتی ہے۔“

”کیا کووس ہے.....!“ حید نے جلا کر کہا۔ ”اسے تو کچھ لوگ زبردستی پکڑ لے گئے۔“

سنہا ہنسنے لگا۔

”ابھی آپ کی عمر ہی کیا ہے حید میاں..... میں نے بال دھوپ میں سفید نہیں کئے۔“
سنہا نے کہا۔

”کیا مطلب؟“ حید نے کہا۔

”اچھا یہ بتائیے..... کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ کچھ لوگ اسے زبردستی پکڑ لے گئے۔“

”نہیں..... لیکن ہم لوگ ٹھیک اس وقت پہنچے تھے جب اس کی توکر انی مکان کے سامنے کھڑی شور چارہ تھی۔“

”تو پھر معاملہ صاف ہے۔“ سنہا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ ”شہزاد نے بڑا عمدہ پلاٹ بنایا۔ ایک طرف اس نے آپ لوگوں سے اپنی صفائی دلوائی اور دوسری طرف اپنی بیگناہی کا اور زیادہ یقین دلانے کیلئے اس طرح غالب ہو گئی۔ بھی بلا کی عیار عورت تھی۔“

”تو اس طرح پھر یہ بھی کہا چاہیکا ہے کہ میں اور فریدی صاحب بھی اس قتل میں شریک

ہیں کیونکہ وہ آخیر تک ہمارے ساتھ رہی تھی۔ ”حمد نے غصہ سے کہا۔

”میں یہ نہیں کہتا کہ آپ کی گواہی غلط ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس نے آپ لوگوں کو بھی دھوکہ دیا ہو۔“ سہنا نے کہا۔

”یہ قطعی ناممکن ہے۔“

”ہو سکتا ہے۔“ سہنا نے آہتہ سے کہا اور اپنی میز پر رکھے ہوئے کاغذات اللئے پہنچنے لگا۔ حمید غصہ میں اپنے ہونٹ چبارہ تھا۔ وہ تھوڑی دریک بونی بیٹھا رہا پھر خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ شام ہو رہی تھی، بازار میں کافی بھیڑ ہو گئی تھی۔ حمید بُری طرح الجھ رہا تھا۔ اُس وقت سہنا سے گفتگو کرنے کے بعد سے اس کا موڑ بہت زیادہ خراب ہو گیا تھا۔ دل بہلانے کے لئے وہ ایک ریستوران میں چلا گیا۔ تھوڑی دریک بیٹھا چائے پیتا رہا لیکن وہاں بھی دل نہ لگا۔ ریستوران سے نکل کر وہ فٹ پاٹھ پر کھڑا ہو گیا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے، دھننا اس نے ایک ٹیکسی روکائی اور اس پر بیٹھ کر سریتارام کی کوشی کی طرف روانہ ہو گیا۔ کوشی سے ایک فرلاگ ادھر ہی اُس نے ٹیکسی روکائی اور وہاں سے پیدل چلتا ہوا کتابوں کی ایک دوکان پر آیا۔ یہاں اس کے اور کوشی کے درمیان میں صرف سڑک حائل تھی، وہ بظاہر کاؤنٹر پر گلی ہوئی کتابیں الٹ پلٹ رہا تھا لیکن اس کی نگاہیں کوشی کے پائیں باغ کے چھانک کی طرف گلی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دری کے بعد سریتارام ایک کٹھی رنگ کے اونچل کتے کی زنجیر تھے کوشی سے برآمد ہوئے۔ یہ ان کی سیر کا وقت تھا۔ ان کی عادت تھی کہ وہ روزانہ شام کو اپنے کسی چینیتے کتے کو ہمراہ لے کر ہوا خوری کے لئے پیدل لارنس گارڈن تک جایا کرتے تھے۔ حمید انہیں چاتا ہوا دیکھتا رہا۔ اُس نے جلدی سے ایک کتاب خریدی اور سریتارام کے پیچے چل پڑا۔ سریتارام بڑھاپے کی سرحدوں میں ضرور قدم رکھے تھے لیکن اس کے قوی ابھی تک کافی مفبوط معلوم ہوتے تھے، چہرہ ڈاڑھی اور موچھوں سے قطعی آزاد تھا۔ بھرے ہوئے چہرے پر پتے پتے ہونٹ کچھ عجیب سے معلوم ہوتے تھے۔ کٹی اور آنکھوں کے درمیان بے شمار ٹکنیں تھیں، نکلا جڑا اچھرے کے اوپری حصے کی بُر نسبت زیادہ بھاری تھا۔ ان کی چال میں ایک عجیب

تم کی شان پائی جاتی تھی، جس میں غرور کی آمیزش زیادہ تھی یا پھر ان میں یہ انداز پچیس سال تک فوجی زندگی برکرنے کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو، ویسے وہ کافی خلائق اور ملمسار مشہور تھے۔ حمید انہیں کئی بار دیکھ چکا تھا۔ وہ انہیں ایک خطرناک آدمی سمجھنے لگا تھا۔ علم القیافہ کے ماہرین کی طرح وہ بھی اسی پر ایمان رکھتا تھا کہ بھاری جیزوں کے لوگ عموماً ظالمانہ رجیانات کے مالک ہوتے ہیں، نہ جانے کیوں اس کا دل بار بار کہہ اٹھتا تھا کہ رام سنگھ والے معاملے میں ان حضرت کا ہاتھ ہے اور شہزاد کو عائب کرادینے کے ذمہ دار بھی ہیں۔

حمد برادر سریتا رام کا تعاقب کئے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لا رنس گارڈن پہنچ گئے۔ چند لمحے ٹہلتے رہنے کے بعد وہ ایک نئی پر بیٹھ کرستا نے لگے۔ حمید بھی کچھ دور ہٹ کر ایک نئی پر بیٹھ کر نئی خریدی ہوئی کتاب کے درق اللئے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح سریتا رام سے جان پچھان پیدا کرے۔ اچانک غراہٹ کی آواز سنائی دی اور ایک پلیے رنگ کا خوفناک کتا مہندی کی باڑھ پھلانگا ہوا سریتا رام کے کتے پر جھپٹ پڑا۔ اس نے ان کے کتے کو دو تین پٹختیاں دیں اور اس کی گردان دبا کر بیٹھ گیا۔ سریتا رام کے کتے نے کم کر آواز بھی نکالنی چھوڑ دی تھی۔ سریتا رام نئی پر کھڑے ہو کر جیخ رہے تھے۔

”اے ہنو..... ہنو..... ڈنگو کے پیچے۔“ ایک آدمی مہندی کی باڑھ کی دوسری طرف سے کہتا ہوا کووا۔ اس نے جھپٹ کر پلیے کتے کے پیچے پر ہاتھ ڈال دیا۔ اس کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی سریتا رام کا کتا بھاگ کر نئی کے نیچے دبک گیا۔ نووار دا ایک عجیب انتقت آدمی معلوم ہوتا تھا۔ دیکھنے میں وہ کافی مہذب معلوم ہوتا تھا۔ لیکن چہرے سے بلا کی عیاری اور مکاری ظاہر ہو رہی تھی۔ اس کے سرخ و سپید چہرے پر گہرے سیاہ رنگ کی فرچ کٹ ڈاہمی بڑی عجیب لگ رہی تھی۔ لیکن اس میں بے ڈھنگا پن نہیں تھا۔ آنکھوں پر بغیر فرمیم کا سبک سا چشم تھا۔ مونپھیں باریک اور توکیلی تھیں۔ جسم کی ساخت جیخ جیخ کر کہہ رہی تھی کہ وہ کڑی محنت کا عادی ہے۔ اس نے سیاہ رنگ کا سوٹ پکن رکھا تھا۔ مجموعی حیثیت سے وہ کسی اوپنجی سوسائٹی کا فرد معلوم ہوتا تھا۔

”جتاب والا مجھے نہ امتحان کیجئے۔“ اس نے پھرے ہوئے پیلے کتے کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

”مگر..... مگر..... اتنا خوفناک کتا آپ اسے اس طرح آزاد کیوں چھوڑ دیتے ہیں۔“ سریتا رام نے بُرا اسم نہ بنا کر کہا۔ ”آپ ایک بھاری جرم کر رہے ہیں۔“

”جسم!“ اجنبی نے چونک کر کہا۔ ”بھلا اس میں جسم کی کیا بات ہے۔“

”ایے خطرناک کتے کو آزاد چھوڑ دینا جرم نہیں تو اور کیا ہے۔“ سریتا رام ترشی سے بولے۔ ”یا پھر شاید آپ اس کی نسل سے ناواقف ہیں۔ یہ افریقی نسل کا میلو ڈنگو ہے، بعض اوقات یہ شیر اور چیتے سے بھی ٹکر لے لیتا ہے، یہ آپ کو ملا کہاں سے اور یہاں کی آب و ہوا میں اب تک کیسے ہے۔“

اجنبی سریتا رام کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ فعلاً اس کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔

”واہ رے میری قسم!.....!“ وہ تقریباً چیخ کر بولا۔ ”سارے ملک میں آپ ہی مجھے کتوں کے معاملے میں اتنے تجربہ کا نظر آئے ہیں، مجھے آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے اور مجھے خود حیرت ہے کہ یہ کتا یہاں کی آب و ہوا میں کس کے پاس تھا اور یہاں زندہ کیسے رہا۔“

”کیا مطلب....؟“ سریتا رام نے چونک کر کہا۔ ”تو کیا یہ کتا آپ کا نہیں ہے۔“

”مجی نہیں! یہ بہت ہی عجیب و غریب طریقے سے مجھے ٹک پہنچا ہے۔“ اجنبی نے اپنے پاپ میں تمبا کو بھرتے ہوئے کہا۔

سریتا رام توجہ اور دلچسپی کے ساتھ اجنبی کو دیکھ رہے تھے۔ حید کا دل بڑی شدت سے ڈھک رہا تھا۔ کیونکہ وہ اس کتے کو پہچانا تھا۔

”تمن چار دن کی بات ہے۔“ اجنبی کہنے لگا۔ ”میں شکار کھیل کر واپس آ رہا تھا میں نے ایک چلتی ہوئی ٹرین کے جانوروں کے ڈبے سے اس کتے کو کوڈ کر باہر آتے دیکھا۔ ٹرین گزر گئی اور یہ بھاگتا ہوا میری طرف آ رہا تھا۔ میں نے کارروک دی اور اتر کر اسے پکڑ لیا۔ تب سے یہ

میرے پاس ہے۔“

”لیکن یہ اتنی جلدی آپ کے قابو میں کیسے آگیا۔“ سریتا رام پلکیں جھپکاتے ہوئے بولے۔

”اوہ میرے لئے یہ کون ہی بڑی بات ہے۔“ اجنبی مسکرا کر بولا۔ ”میں نے اپنی زندگی کا پیشہ حصہ افریقہ کے جنگلوں میں گزارا ہے۔ میں اس ذات کے کتوں کی نس نس سے واقف ہوں۔“ سریتا رام جلدی سے بولے۔

اجنبی نے اپنے کتے کے گلے میں زنجیر ڈال کر اسے ایک نخ کے پائے سے باندھ دیا اور سریتا رام کے کتے کو گود میں اٹھا کر اس کے سر پر ہاتھ پھینرنے لگا۔

”مجھے چھوٹی ذات کے احتجاز بہت پسند ہیں۔“ اجنبی بولا۔ ”آپ بہت شوقین آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ کیا آپ کے پاس اور کتنے بھی ہیں۔“

”می ہاں.....!“ سریتا رام مسکرا کر بولے۔ ”تقریباً پانچ یا چھ درجن۔“

”پانچ چھ درجن۔“ اجنبی چوک کر بولا۔ ”تب تو آپ واپسی بالکل میرے ہم مذاق ہیں۔“

”تو کیا آپ بھی۔“ سریتا رام نے کہا۔

”می ہاں.....!“ اجنبی نے جواب دیا۔

”آپ کی تعریف.....!“ سریتا رام نے کہا۔

اجنبی نے اپنا ملاقاتی کارڈ جیب سے نکال کر سریتا رام کے ہاتھ میں دے دیا۔ ”کرنل جی پر کاشی بی ای!“ سریتا رام نے بلند آواز سے کارڈ پڑھا۔

”اور آپ.....!“ اجنبی نے کہا۔

”لوگ مجھے سریتا رام کے نام سے پکارتے ہیں۔“

”سریتا رام.....!“ اجنبی نے خوشی کے لمحے میں چیخ کر اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

”بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر..... بھلا پھر کیوں نہ ہو..... آپ سے زیادہ کتوں کے

بارے میں کون جان سکتا ہے۔ بھی تو میں کہوں..... میں نے آپ کی تعریف ایک انگریز دوست سے افریقہ میں سنی تھی، اس اچانک ملاقات سے مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے۔ یہ میں نہیں بیان کر سکتا۔“

”آپ مجھے خواہ تجوہ شرمندہ کر رہے ہیں، اورے آپ بھلاکس سے کم ہیں۔“ سریتا رام نے منکر المزاجی کے ساتھ کہا۔ ”کیا اس وقت میں افریقہ کے مشہور کروڑ پتی سے ہم کلام نہیں ہوں۔“

”یہ میری خوش نصیبی ہے کہ یہاں بھی لوگ مجھے جانتے ہیں۔“ اجنبی نے مسکرا کر کہا۔

”ایک بار میرا ارادہ ہوا تھا کہ افریقہ کی ایک ہیرے کی کان کا حصہ دار ہو جاؤں، اسی دوران میں مجھے آپ کا نام معلوم ہوا تھا، واقعی میں بہت خوش قسمت ہوں کہ آج آپ سے اس طرح ملاقات ہو گئی۔“

اب دونوں گفتگو کرتے ہوئے نئی پر بینہ گئے تھے۔ حید کی نظریں کتے پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے ان دونوں کی گفتگو صاف سنی تھی۔ یہ کریں پر کاش اسے حد درجہ پر اسرار معلوم ہو رہا تھا۔ بظاہر وہ کتاب پڑھ رہا تھا لیکن انکھیوں سے بار بار ان کی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔ دھتنا ایک خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اسے آج یہ اطلاع ملی تھی کہ متقول رام نگہ کے کچھ ساتھی اس کے قاتل کی تلاش میں سرگرد ایں ہیں تو کیا یہ اجنبی انہی میں سے کوئی ایک ہے؟ مگر یہ اسے کیسے مل گیا کہیں اس کی آنکھیں اسے دھوکا تو نہیں دے رہی ہیں، مگر نہیں، وہ اسے ہزار میں پہچان سکتا ہے۔

حید اور ان انکھیوں میں الجھ رہا تھا اور وہ دونوں نہایت انہاک اور گرم جوشی کے ساتھ گفتگو میں مشغول تھے، لیکن ان کی آواز اب زیادہ صاف نہیں سنائی وے رعنی تھی، حید پھر ابھن میں پڑ گیا، ان دونوں میں ابھی ابھی ملاقات ہوئی تھی اور اتنی جلدی یہ راز داری کیسی، یہ سرگوشیاں کیسی..... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دونوں برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔ تھوڑی دیر تک دونوں آہستہ آہستہ باتمی کرتے رہے پھر انہوں کھڑے ہوئے۔

”اچھا کر قل صاحب اب چلتا چاہئے۔ واقعی آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔“ سریدتا رام نے کر قل پر کاش سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر کل آپ آرہے ہیں تا.....!“

”ضرور ضرور، میرے لئے یہ خوش نصیبی کم نہیں کہ خلاف توقع یہاں اتنی اچھی سوسائیٹی مل گئی۔“ کر قل پر کاش نے ہنتے ہوئے کہا۔
دو توں اٹھ کر باغ کے باہر آئے۔

حمداب سیتا رام کے بجائے کر قل پر کاش کا تعاقب کر رہا تھا۔

”اے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ کر قل پر کاش آر لپچو ہوئی کے انہیں کروں میں نہرا ہوا ہے جن میں متعول رام نگھے نہرا ہوا تھا۔ اس کا شہر یقین کی سرحدیں چھونے لگا۔ ضرور یہ شخص رام نگھے ہی کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے اسے رہ کر فریدی پر غصہ آرہا تھا کہ ایسے وقت میں اسے تھا چھوڑ کر خود میرا پانے کرتا پھر رہا ہے۔ شہناز کی گشادگی کا خیال اسے بڑی طرح بے چین کئے ہوئے تھا۔ یہ تو وہ کسی طرح سوچ نہیں سکتا تھا کہ رام نگھے کے قتل کی سازش میں وہ بھی شریک رہی ہے، اسے پورا پورا یقین تھا کہ وہ شخص اسی لئے غائب کی گئی ہے کہ پولیس اسی کو مجرم تصور کر کے قائل کی تلاش چھوڑ دے۔

دوسری الجھن

واپسی پر حمید کو فریدی کا خط ملا۔ اُس نے لکھا تھا۔

”ڈیسر حمید“

کیا بتاؤں کس مصیبت میں پھنس گیا۔ یہاں آتے ہی میریا میں جلا ہونا پڑا۔ ابھی تک بخار ہے، فی الحال سفر کے لاائق نہیں۔ دوسرا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ میرا افریقی نسل کا

بلوڈ ٹکورا سنت میں کہیں ٹرین سے لاپتہ ہو گیا۔ یہاں آنے کا اصل مقصد یہی تھا کہ اُسے نمائش میں شریک کروں۔ سخت پریشانی ہے۔ اسے علاش کرنے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا گیا ہے، تم بھی خیال رکھنا۔ شہنشاہ کا سراغ ملایا نہیں، مجھے اس کا خیال ہے، لیکن کیا کروں۔ سخت مجبور ہوں۔ اب معلوم ہوا کہ میں نے یہاں آ کر بھاری قلطی کی..... فریدی۔“

حید نے خط پڑھ کر بیزاری سے ایک طرف ڈال دیا۔ بلوڈ ٹکو کا معاملہ اب بالکل صاف ہو چکا تھا۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ کرٹل پر کاش ہے کون۔ اتنی مکاری اور عیاری اُس نے آج تک کسی کے چہرے پر نہ دیکھی تھی، جتنی کہ اس کرٹل پر کاش کے چہرے پر نظر آتی تھی اور وہ شرارت آمیز مسکرہت کتنی خطرناک تھی۔ اس کی مسکراہٹ اور اس ملی کی آنکھوں کی وحشانہ چمک میں جس نے کوئی تازہ شکار پکڑا ہو، کوئی مشترک سی چیز محسوس ہوتی تھی اور وہ چیز خون کی پیاس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ سوچتے سوچتے وہ انٹھ کر فریدی کی لا بیری میں آیا، چاروں طرف الماریاں ہی الماریاں کتابوں سے بھری نظر آری تھیں۔ وہ ایک الماری کے قریب آ کر رک گیا۔ کچھ دیر تک کتابوں کا جائزہ لیتا رہا پھر ایک کتاب نکالی جس کا نام ”جنوبی افریقہ کے کامیاب ہندوستانی“ تھا کئی صفات اللئے کے بعد مطلب کی چیز مل گئی، وہ پڑھنے لگا۔

”کرٹل جی پر کاش، سی بی ای۔ جنوبی افریقہ کا کروڑ پتی متعدد ہیروں کی کانوں کا حصہ دار ۱۹۱۰ء میں پراسرار طریقہ پر اپنی تجارت کو فروغ دینے لگا۔ غدر اور بے باک آدمی ہے۔ کئی بار چیتوں کے شکار میں بُری طرح زخمی ہو چکا ہے۔ درندوں کے شکار کا شوق جنون کی حد رکھتا ہے۔ بہترے خنوار قسم کے کتے پال رکھے ہیں۔ کتوں کے متعلق معلومات میں یہ طویل رکھتا ہے۔ گرمیوں کا موسم عموماً سو ٹزر لینڈ میں گزارتا ہے۔ زمانہ جگ کی خدمات سے متاثر ہو کر سرکار انگلشیہ نے سی۔ بی۔ ای کے خطاب سے نوازا۔“

حید نے معنی خیز انداز میں اپنا سر ہلا دیا اور صفحہ الٹ دیا۔ دوسرے صفحہ پر کرٹل پر کاش کی تصویر تھی۔ تصویر کا چہرہ بھی عیارانہ تاثرات سے عاری نظر نہیں آتا تھا۔ بہر حال حید کا یہ خیال بھی غلط ثابت ہوا کہ کرٹل پر کاش رام نگہ کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر بھی فریدی کا خوف

ناک کرتا میلو ڈگو اس کی الجھن کا باعث بنا ہوا تھا۔ آخر وہ اس سے اتنی جلدی مانوس کیسے ہو گیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس سے حاصل کس طرح کیا جائے، لیکن جلد ہی اس نے اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال پھینکا۔ جب فریدی نے شہناز کی زیادہ پرواہ نہ کی تو پھر وہ اس ذہل کتے کی پرواہ کیوں کرے، اس کی قیمت شہناز سے زیادہ نہیں۔

حمدی ان خیالات میں الجھاٹی ہوا تھا کہ نوکرنے انپکٹر سنہا کی آمد کی اطلاع دی۔ وہ سخت متخیر ہوا۔ آخر ان حضرت نے آنے کی زحمت کیوں گوارا کی۔ وہ لا بسری ہی سے ڈرائیکٹ روم میں آیا۔ انپکٹر سنہا اس کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا، اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

”تشریف رکھئے.....!“ حمید نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”فرمائیے میرے لائق کوئی خدمت.....!“

”بھی دراصل میں آپ کی غلط فہمی دور کرنے آیا ہوں، اس وقت آپ ناراض ہو کر چلے آئے تھے اور میں بھی ایک اشد ضروری کام میں مشغول تھا۔ اس لئے آپ کو مطمئن نہ کر سکا۔“ ”مطمئن تو آپ مجھے زندگی بھرنیں کر سکتے جبکہ میں شہناز کی بے گناہی سے اچھی طرح واقف ہوں۔“ حمید نے انپکٹر سنہا کی طرف سار کا ڈب بڑھاتے ہوئے کہا۔

”فریدی صاحب کہاں تشریف رکھتے ہیں۔“

”ایک ماہ کی چھٹی پر ہیں۔“ حمید نے جواب دیا۔

”کیا کہیں باہر گئے ہوئے ہیں؟“

”جی ہاں..... کتوں کی عالمی نمائش دیکھنے گئے ہیں، وہاں بیمار ہو گئے ہیں۔“

”اس کے باوجود بھی آپ شہناز کی بے گناہی ثابت کرنے پر ملتے ہوئے ہیں۔“ انپکٹر سنہا نے کہا۔

”کیوں..... اس سے کیا۔“

”تعجب ہے کہ آپ اتنا بھی نہیں سمجھتے۔“ سنہا نے فس کر کہا۔ ”اگر فریدی صاحب شہناز کو بے گناہ سمجھتے ہوتے تو اس طرح معاملے کو کھٹائی میں ڈال کر تفریخ کرنے نہ چلے جاتے۔“